حربی کافروں کو دعوت دینے کے احکام

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على خاتم الأنبياء والمرسلين محمد وعلى آله وصحبه أجمعين أما بعد:

اِس مقالے میں ہم کفارِ اصلی کو قتال سے قبل اسلام کی دعوت دینے کے احکامات بیان کریں گے اور یہ کہ جن لوگوں کو دعوت نہیں پہنچی اُن کو قتال سے پہلے دعوت دینے کا کیا حکم ہے اور جنہیں دعوت پہنچ چکی ہے اُن کو قتال سے پہلے دعوت دینے کا کیا حکم ہے؟۔اِسی طرح، جس نے دین اسلام کے بارے میں پہلے سن رکھا ہواُس کو دعوت دیے بغیر اُس سے فوراً قتال کرنے کے دلائل بھی ہم واضح کریں گے۔ نیز ہم یہ بھی واضح کریں گے کہ جن کافروں کو دعوت نہیں پہنچی اُنکے قتل کا کیا حکم ہے اور یہ احکام مرتدین پر لاگو ہوتے ہیں یا نہیں۔

حربی کافروں کو دعوت دینے کے احکام

یہاں حربی کفار سے مراد وہ کافر ہیں جنہیں اہلِ اسلام نے عہد، امان اور ذمہ کے ذریعے امن کی ضمانت نہ دی ہو اور اُن کو دعوت دینے سے مراد یہ ہے کہ قتال کرنے سے پہلے اُنہیں اسلام قبول کرنے یا جزیہ دینے کی طرف بلایا جائے۔ فقہاء نے یہ بیان کیا ہے کہ اُن کو دعوت دینے کی دو اقسام ہیں: دعوتِ حقیقی اور دعوتِ حکمی۔ دعوتِ حقیقی کا معنی قتال شروع ہونے سے پہلے زبان سے انہیں دعوت دینا ہے اور دعوتِ حکمی یہ ہے کہ دعوت پھیل کر مختلف علاقوں میں منتشر اور ظاہر ہو چکی ہو اور ان حربیوں تک پہنچ چکی ہو اور دعوت کا یہ ظہور اور پھیلاؤ دعوتِ حقیقی کا قائم مقام ہوتا ہے۔

دعوتِ حقیقی

دعوتِ حقیقی کا مطلب یہ ہے کہ جب کافروں پر چڑھائی کی جائے تو اُنہیں اسلام کی طرف بلایا جائے۔ القیروانی المالکی نے اپنے رسالے میں کہا: "ہمیں یہ محبوب ہے کہ دشمن سے اُس وقت تک جنگ نہ کی جائے جب تک کہ اُسے اللہ کے دین کو قبول کرنے کی طرف بلا نہ لیا جائے سوائے اُس حالت میں کہ دشمن جنگ میں پہل کر دے۔ دعوت یہ دی جائے کہ یا تو اسلام قبول کر لیں یا جزیہ دیں یا پھر اُن سے جنگ کی جائے گی اور جہاں تک ہماری حکومت پہنچتی ہے وہاں اُن سے جزیہ قبول کیا جائے گا لیکن اگر وہ ہم سے دور چلے جائیں تو اُن سے جزیہ قبول نہیں کیا جائے گا یہاں تک کہ وہ لوٹ کر ہمارے علاقے میں واپس آجائیں یا دوسری صورت میں اُن سے جنگ کی جائے گی" [الرسالة للقيرواني]۔

سب سے پہلے اُنہیں اسلام کی طرف دعوت دی جائے گی اور اُن کا اِسلام میں داخلہ صرف شہادتین (کلمہ طیبہ) کہنے سے ہوگا اور اُن سے اُس وقت شریعت کے تمام احکامات کو قائم کرنے کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا کیونکہ عین قتال کے وقت اسلام کے تمام شرعی احکامات پر عمل کا مطالبہ ناممکنات میں سے ہے، پس اُن پر اُس وقت اسلام قبول کرنا اور شہادتین کے ارکان کا اقرار و ثبوت واجب ہے۔

"امام مالک نے فرمایا: جب دعوت دینی واجب ہو جائے تو اِسلام کی طرف اجمالاً دعوت دی جائے گی، شرعی احکامات کا ذکر کیے بغیر، لیکن اگر وہ سوال کریں تو وہ حکم اُن کے لیے بیان کیا جائے گا۔ اِسی طرح اُنکو جزیہ دینے کی طرف اجمالاً بلایا جائے گا اِسکی تفصیل اور مقدار کے ذکر کے بغیر، لیکن اگر وہ سوال کریں تو اُنکو وضاحت کی جائے گی" [التاج والإكليل]۔

جہاں تک دعوت دینے کی مدت کا تعلق ہے تو بعض اہلِ علم نے کہا ہے کہ مسلسل تین دن دعوت دی جائے جیسے کہ مرتد کو قتل کرنے سے پہلے تائب ہونے کے لیے تین دن دعوت دی جاتی ہے۔

دعوتِ حکمی

دعوتِ حکمی کو پورا کرنے کے لئے کفار کا اسلام اور اُس کی دعوت کے بارے میں سننا کافی ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

{وَأُوحِيَ إِلَيَّ هَذَا الْقُرْآنُ لِأُنْذِرَكُمْ بِهِ وَمَنْ بَلَغَ} [الأنعام: 19] (اور میری طرف یہ قرآن وحی کیا گیا ہے، تاکہ میں تمہیں اس کے ساتھ ڈراؤں اور اسے بھی جس تک یہ پہنچے)۔ تفسیر طبری میں مجاہد رحمہ اللہ سے نقل ہے کہ اُنہوں نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "وأوحي إليّ هذا القرآن لأنذركم به" (اور میری طرف یہ قرآن وحی کیا گیا ہے، تاکہ میں تمہیں اس کے ساتھ ڈراؤں) یعنی عرب کو اور "ومن بلغ" (اور اسے بھی جس تک یہ پہنچے) یعنی عجم کو" [جامع البيان في تأويل القرأن]۔

اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: "وأوحي إليّ هذا القرآن لأنذركم به" (اور میری طرف یہ قرآن وحی کیا گیا ہے، تاکہ میں تمہیں اس کے ساتھ ڈراؤں) یعنی اہلِ مکّہ اور "ومن بلغ" یعنی جس کو یہ قرآن پہنچ گیا اُس کو خبردار کر دینے کے لیے یہ کافی ہے" [جامع البيان للإمام الطبري]۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اُس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اِس اُمت (امّتِ دعوت) کا کوئی ایک بھی فرد، یہودی ہو یا عیسائی، میرے متعلق سن لے، پھر وہ مر جائے اور اُس دین پر ایمان نہ لائے جس کے ساتھ مجھے بھیجا گیا تو وہ اہل جہنم ہی سے ہوگا" (مسلم)۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا: "پس جس تک بھی اللہ کے دین کی دعوت پہنچے جو اللہ کے رسول ﷺ لے کر آئے ہیں اور وہ اِس دعوت کو قبول نہ کرے تو اُس سے قتال واجب ہے {حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ} (یہاں تک کہ کوئی فتنہ نہ رہے اور دین سب کا سب اللہ کے لیے ہو جائے)" [مجموع الفتاوى]۔

اہل علم کے مابین کفار کو قتال سے پہلے دعوت دینے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض اہل علم نے قتال سے قبل دعوت کو مطلقاً لازم قرار دیا ہے چاہے مدِّمقابل کو دعوت پہنچی ہو یا نہیں اور یہ اکثر مالکی علماء کا قول ہے جبکہ بعض نے قتال سے پہلے دعوت کی شرط نہیں لگائی چاہے مدِّمقابل کو دعوت پہنچی ہو یا نہیں۔ لیکن حق یہ ہے کہ جسے دعوت نہ پہنچی ہو اُسے قتال سے پہلے دعوت دینا واجب ہے اور جسے دعوت پہنچی ہو اُسے دعوت دینا جائز ہے لیکن واجب نہیں اور اِس موقف کے دلائل نصوص میں موجود ہیں اور یہی جمہور اہلِ علم کا موقف ہے۔

ہمارا یہ قول کہ مستحب ہونے کی بجائے جائز ہے زیادہ صحیح ہے کیونکہ اگر یہ مستحب ہوتا تو نبی ﷺ ہمیشہ قتال سے پہلے دعوت دیتے لیکن یہ ثابت ہے کہ بہت سے غزوات میں اُنہوں نے دعوت نہیں دی۔ پس آپ ﷺ دعوت دیے بغیر حملہ آور ہوتے تھے کیونکہ یہ معلوم تھا کہ کافروں کو دعوت پہنچ چکی ہے، اگرچہ مستحب ہونے کا قول بھی بعض اہل علم سے منقول ہے۔

جنہیں دعوت نہیں پہنچی اُنہیں قتال سے پہلے دعوت دینے کو واجب قرار دینے والوں کے دلائل

ابن قدامہ نے فرمایا: "اگر دور دراز کے جزیروں میں ایسے لوگ پائیں جائیں جنہیں دعوت نہیں پہنچی تو اُنہیں دعوت دینا واجب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّى نَبْعَثَ رَسُولا} [الإسراء: 15] (اور ہم کبھی عذاب دینے والے نہیں، یہاں تک کہ کوئی پیغام پہنچانے والا بھیجیں)" [الكافي في فقه الإمام أحمد]

اِس آیت کا عمومی معنی مراد لیا جائے گا یعنی آخرت میں عذاب اور قتال کے ذریعے مؤمنوں کے ہاتھوں عذاب جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {قَاتِلُوهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللَّهُ بِأَيْدِيكُمْ} [التوبة: 14](ان سے لڑو، اللہ انہیں تمہارے ہاتھوں سے عذاب دے گا)۔اِس آیت سے بعض اہلِ علم نے یہ استدلال کیا ہے کہ جنگ سے پہلے دعوت دینا لازمی ہے۔

سلیمان بن بریدہ نے اپنے والد سے روایت کی کہ اُنہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ جب کسی لشکر یا دستے پر کسی کو امیر مقرر کرتے تو اُسے اپنے بارے میں اللہ سے ڈرنے کی نصیحت کرتے اور جو مسلمان اُس کے ساتھ ہوتے اُن کے بارے میں بھلائی کی تلقین فرماتے، پھر فرماتے: "اللہ کے نام سے اللہ کی راہ میں جہاد کرو، جو اللہ تعالیٰ سے کفر کرتے ہیں ان سے لڑو، نہ خیانت کرو، نہ بد عہدی کرو، نہ مثلہ کرو اور نہ کسی بچے کو قتل کرو اور جب مشرکوں میں سے اپنے دشمن سے ٹکراؤ تو انہیں تین باتوں کی طرف بلاؤ، ان میں سے جسے وہ تسلیم کر لیں، (اسی کو) ان کی طرف سے قبول کر لو اور ان (پر حملے) سے رک جاؤ، انہیں اسلام کی دعوت دو، اگر وہ مان لیں تو اسے ان (کی طرف) سے قبول کر لو اور (جنگ سے) رک جاؤ، پھر انہیں اپنے علاقے سے مہاجرین کے علاقے میں آ جانے کی دعوت دو اور انہیں بتاؤ کہ اگر وہ ایسا کریں گے تو ان کے لیے وہی حقوق ہوں گے جو مہاجرین کے ہیں اور ان پر وہی ذمہ داریاں ہوں گی جو مہاجرین پر ہیں۔اگر وہ وہاں سے نقل مکانی کرنے پر انکار کریں تو اُنہیں بتاؤ کہ پھر وہ بادیہ نشیں مسلمانوں کی طرح ہوں گے، ان پر اللہ کا وہی حکم نافذ ہو گا جو مومنوں پر نافذ ہوتا ہے اور غنیمت اور فے میں سے اُن کے لیے کچھ نہ ہو گا مگر اس صورت میں کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ مل کر جہاد کریں۔اگر وہ انکار کریں تو ان سے جزیے کا مطالبہ کرو، اگر وہ تسلیم کر لیں تو ان کی طرف سے قبول کر لو اور ان سے رک جاؤ اور اگر وہ انکار کریں تو اللہ سے مدد مانگو اور ان سے لڑو۔۔۔(مسلم)۔

اِس حدیث میں ایسے لوگ جنہیں پہلے اسلام کی دعوت نہ پہنچی ہو اُنہیں قتال سے پہلے دعوت دینے کے وجوب کی دلیل ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اُنہوں نے فرمایا: "رسول اللہ ﷺ نے کبھی بھی کسی قوم سے قتال نہیں کیا، مگر اُنہیں (پہلے اِسلام کی) دعوت دی" [رواه الإمام أحمد وغيره]۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں باب باندھا(باب: یہود و نصاری کو دعوت اور کس بات پر اُن سے قتال کیا جائے گااور کسری اور قیصر کو نبی ﷺ نے کیا پیغام بھیجا تھااور قتال سے قبل دعوت دینا)

یاد رہے کہ جنہیں دعوت نہیں پہنچی، اُنہیں جب ہم دعوت دینے کے حکم کے وجوب کا ذکر کرتے ہیں تو وہ دو شرائط سے مقیّد ہے: اول: کہ کافر، مسلمانوں سے جنگ شروع کرنے میں جلدی نہ کریں، دوم: مسلمانوں کی صورتحال ایسی ہو کہ وہ کافروں کی چالوں اور دھوکے سے محفوظ ہوں۔

مباح دعوت کے دلائل

ابو حازم سے روایت ہے کہ سھل بن سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ خیبر کے دن نبی ﷺ نے فرمایا:(کل میں ایسے شخص کے ہاتھ میں جھنڈادوں گا جس کے ہاتھ پر فتح حاصل ہوگی' جو اللہ اور اُس کے رسول سے محبت رکھتا ہے اور جس سے اللہ اوراُس کا رسول بھی محبت رکھتے ہیں) ۔رات بھر سب کے ذہن میں یہی خیال رہا کہ دیکھیے کسے جھنڈا ملتا ہے۔جب صبح ہوئی تو ہر شخص امیدوار تھا' لیکن رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ علی کہاں ہیں ؟ عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ ! وہ تو آنکھوں کی تکلیف میں مبتلا ہیں ، تو آپ ﷺ نے اپنا مبارک تھوک ان کی آنکھوں میں لگایا اور ان کے لیے دعا کی۔اس سے انہیں ایسے صحت ملی جیسے اُنہیں کوئی تکلیف تھی ہی نہیں اور انہیں جھنڈا عطا فرمایا گیا۔علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کیا میں ان لوگوں سے اس وقت تک لڑوں جب تک یہ ہمارے ہی جیسے(یعنی مسلمان)ہو جائیں ؟تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں ہدایت فرمائی کہ یوں ہی چلے جاؤ۔جب ان کی سرحد میں اترو تو انہیں اسلام کی دعوت دینا اور انہیں بتانا کہ (اسلام کے ناطے) ان پر کون کون سے کام واجب ہیں ۔اللہ کی قسم ! اگر تمہارے ذریعہ اللہ ایک شخص کو بھی مسلمان کر دے تو یہ تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے (متفق علیہ)۔

پس باوجود اِسکے کہ یہودی، نبی ﷺ کی رسالت اور اُنکے مقصد سے باخبر تھے کیونکہ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان رہ چکے تھے اور اُنکو دعوت پہنچ چکی تھی لیکن پھر بھی اُنہیں دعوت دی گئی۔

جنہیں دعوت پہنچ چکی ہو اُن سے فوراً قتال شروع کرنے کا موقف رکھنے والوں کے دلائل

بخاری میں انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ :"رسول اللہ ﷺ جب کسی قوم پر چڑھائی کرتے تو اُس وقت تک کوئی اقدام نہ فرماتے جب تک صبح نہ ہوجاتی ، جب صبح ہوجاتی اور اذان کی آواز سن لیتے تو رک جاتے اور اگر اذان کی آواز سنائی نہ دیتی تو صبح ہونے کے بعد حملہ کرتے [رواه البخاري]۔
جنہیں اِسلام کی دعوت پہنچ چکی ہو اُنہیں دعوت دیے بغیر قتال شروع کرنے پر یہ حدیث دلیل ہے جیسا کہ اہلِ علم نے فرمایا ہے۔
صعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ سے مشرکین کے گھرانے کے بارے میں پوچھا گیا، ان پر شب خون مارا جاتا ہے تو وہ (حملہ کرنے والے) ان کی عورتوں اور بچوں کو بھی نقصان پہنچا دیتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "وہ انہی میں سے ہیں"(مسلم)۔

اہلِ علم کے نزدیک اِس حدیث میں کفار پر بے خبری کی حالت میں حملہ کرنے کی دلیل ہے۔ نبی ﷺ نے بنوالمصطلق پر ایسے وقت حملہ کیا کہ وہ غفلت میں تھے اور اُنکے جانور پانی پی رہے تھے۔
اِسی طرح خفیہ قتل کے عملیات جن میں صحابہ رضی اللہ عنہم نے یہودیوں کو قتل کیا تھا جیسے امام بخاری نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اُنہوں نے فرمایا : "رسول اللہ ﷺ نے انصار کے ایک دستے کو ابو رافع کے پاس بھیجا ۔ چنانچہ رات میں عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ اُس کے گھر میں داخل ہوئے اور اُسے سوتے میں قتل کر دیا۔"
اِس واقعے سے ظاہر ہوتا ہے کہ جنہیں دعوت پہنچ چکی ہو اُنہیں قتال سے پہلے دعوت دینا ضروری نہیں اِسی لیے اُنہوں نے اِس حدیث پر باب باندھا (باب: سوئے ہوئے مشرک کو قتل کرنا)
اِسی طرح صحیحین (بخاری و مسلم) میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اُنہوں نے فرمایا کہ :" رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کون کعب بن اشرف کا کا م تمام کرے گا ؟ وہ اللہ اور اس کے رسول کو بہت ستا رہا ہے۔اس پر محمد بن مسلمہ انصاری رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ! کیا آپ اجازت دیں گے کہ میں اسے قتل کر آؤں ؟ آ پ نے فرمایا ، ہاں مجھ کو یہ پسند ہے۔

انہوں نے عرض کیا ، پھر آپ مجھے اجازت عنایت فرمائیں کہ میں اس سے کچھ باتیں کہوں آپ نے انہیں اجازت دے دی۔۔۔

بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث پر باب باندھا (باب: اہل حرب کو قتل کرنا)، اور اِس میں یہ دلیل ہے کہ جنہیں دعوت پہنچ چکی ہو تو قتل کرنے سے پہلے اُنہیں دعوت دیناضروری نہیں۔

اور کبار تابعین میں سے ابو عثمان النہدی سے روایت ہے کہ اُنہوں نے فرمایا: "ہم غزوہ کرتے تھے تو کبھی دعوت دیتے تھے اور کبھی دعوت نہیں دیتے تھے" [شرح معاني الآثار]۔

اِس معاملے میں یہ روایت نص (دلیل) کی حیثیت رکھتی ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم دونوں صورتوں پر عمل کیا کرتے تھے، قتال سے پہلے کبھی دعوت دیتے تھے اور کبھی دعوت نہیں دیتے تھے، جس سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ جنہیں دعوت پہنچ چکی ہو تو اُن سے قتال کرنے سے پہلے دعوت دینالازم نہیں۔

اِسی طرح یحیی بن سعید سے روایت ہے کہ اُنہوں نے فرمایا: "دشمن کی کمزوری یا غفلت کی تاک میں رہنے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ اُنہیں دعوت پہنچ چکی ہے" اور "اہل کتاب اور مجوسیوں سے قتال کیا جائے گا اور اُنہیں دعوت نہیں دی جائے گی کیونکہ اُنہیں دعوت پہنچ چکی ہے" [مختصر الخرقي]۔

اہل علم اور آئمہ کی ایک کثیر تعداد اِس طرف گئی ہے کہ قتال سے پہلے دعوت دینے کے وجوب کا قول دراصل اسلام کے اوّل دور کے لیے تھا لیکن بعد میں جب اسلام کی دعوت پھیل گئی اور دور دراز علاقوں تک پہنچ گئی تو اب قتال سے پہلے دعوت دیناواجب نہیں اور یہی امام مسلم نے اپنی صحیح میں ابن عون سے نقل کیا ہے، فرمایا: میں نے نافع کو خط لکھ کر قتال سے پہلے دعوت دینے کے بارے میں پوچھا، تو اُنہوں نے مجھے جواب دیا کہ یہ حکم اسلام کے ابتدائی دور کے لیے تھا، بلاشبہہ رسول اللہ ﷺ نے بنی المصطلق پر اچانک اِس حال میں حملہ کیا کہ وہ غافل تھے اور اُنکے جانور پانی پی رہے تھے، پس اُنکے جنگجوؤں کو قتل کر دیا گیا، اُنکی عورتوں اور بچوں کو لونڈی غلام بنالیا گیا اور اُسی دن آپ کو جویریہ بنت الحارث حاصل ہوئیں"۔

امام شافعی نے فرمایا: "میں کسی ایسے کو نہیں جانتا جسے آج دعوت نہ پہنچ چکی ہو سوائے اُن مشرکین کے جو ہمارے دشمن جن سے ہم قتال کر رہے ہیں، کے پیچھے رہتے ہوں، شاید کہ اُنہیں دعوت نہ پہنچی ہو، یہی مثال اُن کی ہے جو روم کے پرے رہتے ہیں یا ترکوں یا خزر قوم کے پرے رہتے ہیں جنہیں ہم نہیں جانتے" [الأم]۔

امام احمد نے فرمایا: "دعوت ہر ایک کو پہنچ چکی ہے اور میں آج کسی کو نہیں جانتا کہ اُسے دعوت دینے کی ضرورت ہو، دعوت تو اِسلام کے ابتدائی دور میں دی جاتی تھی" [الكافي في فقه الإمام أحمد لابن قدامة]۔

اگر بالفرض کوئی ایسا شخص ہو جس نے اسلام کے بارے میں نہ سنا ہو تو اُسے قتال سے پہلے دعوت دینا واجب ہے، لیکن آج کے دور میں جبکہ دنیا سکڑ کر ایک گاؤں کی حیثیت اختیار کر چکی ہے، نیز پوری دنیا دولتِ خلافت کے خلاف بر سرِ جنگ ہے تو یہ بات بعید از امکان ہے کہ کسی نے اسلام کے بارے میں نہ سنا ہو یا اُسے دعوت نہ پہنچی ہو، خاص طور پر جبکہ امام احمد اور امام شافعی اپنے دور کے بارے میں یہ کہہ چکے ہیں کہ ہر ایک کو دعوت پہنچ چکی ہے تو آج کے دور میں من باب الاولیٰ یہ بات صحیح ہے۔

جسے دعوت نہ پہنچی ہو، اُسے دعوت دینے سے پہلے قتال کرنے کا حکم

اگر مسلمان کسی ایسی قوم سے قتال کریں جسے دعوت نہ پہنچی ہو ااور اُنہیں قتل کریں تو جمہور اہل علم کا یہ فیصلہ ہے کہ اِن مسلمانوں پر اِس معاملے میں کچھ بھی نہیں، نہ ہی دیت نہ ہی کفّارہ کیونکہ کسی شخص کا کفر اُسکے خون کو مباح کر دیتا ہے، لیکن جن لوگوں کو دعوت نہیں پہنچی اُنکو دعوت دینے کے وجوب کے نبوی حکم کو ترک کرنے کی وجہ سے وہ گناہگار ہوں گے۔

سحنون المالکی نے کہا: "اگر مسلمان کسی ایسی قوم سے قتال کریں جسے دعوت نہ پہنچی ہو اور مسلمانوں نے بھی اُنہیں دعوت نہ دی ہو تو مسلمانوں پر کوئی بھی چیز لازم نہیں، نہ ہی دیت نہ ہی کفّارہ [التاج والإكليل]۔

ابن قدامہ الحنبلی نے کہا: "اگر کوئی ایسا کافر پایا جائے جسے دعوت نہ پہنچی ہو، تو اُسے دعوت دینے سے پہلے قتل کرنا جائز نہیں۔ اگر ایسا کافر دعوت دیے جانے سے پہلے قتل کر دیا جائے اور اُسے کسی نے امان نہ دی ہو تو اِس پر کچھ مؤاخذہ نہیں کیا جائے گا کیونکہ نہ ہی اُس کا کسی سے معاہدہ ہے نہ اُسے کسی نے امان دی ہے، پس اُس کی صورتحال حربی کافر کی بیوی اور اُسکے چھوٹے بچے سے مشابہت رکھتی ہے، اور بلاشبہ اُس کا قتل اِسی لیے ممنوع تھا تاکہ اُسے دعوت پہنچ سکے، اور یہ ابو حنیفہ کا قول ہے" [المغني لابن قدامة]۔

مرغینانی حنفی نے کہا: "اگر اُنکو دعوت دینے سے پہلے قتال کیا جائے تو یہ گناہ ہے کیونکہ اِس کی ممانعت کی گئی ہے لیکن اُس (بغیر دعوت دیے قتال کرنے والے) پر کوئی مؤاخذہ نہیں کیا جائے گا کیونکہ اِس معاملے میں کوئی عاصم نہیں پایا جاتا (یعنی کوئی ایسا سبب نہیں پایا جاتا جس کی وجہ سے اُس کافر کا خون بہانا حرام ہو)، ایسا سبب اُسی وقت پیدا ہوتا ہے کہ کوئی

اسلام قبول کرلے یا اپنے آپکو گھر میں محدود کر لیے جس صورت میں اُسکا قتل عورتوں اور بچوں کے قتل کی مانند ہو جائے گا"[الهداية شرح بداية المبتدي]۔

امام شافعی نے اِس مسئلے پر اختلاف کیاہے اور صحیح قول وہی ہے جو جمہور اہلِ علم نے اختیار کیا ہے۔

دو تنبیہات:

پہلی تنبیہ: حربی کافروں کو دعوت دینے کے احکام اور اُسکی تفاصیل میں پیچھے گزرا تمام کلام، قتال الطلب (اقدامی قتال) کے بارے میں ہے، یعنی جب مسلمانوں کا کافروں کی سرزمین پر حملہ کرنے کا ارادہ ہو۔ جہاں تک دفاعی قتال کا معاملہ ہے یعنی جب کافر مسلمانوں پر اُنکے علاقوں میں حملہ آور ہوں تو یہ امر بالکل بدیہی اور واضح ہے کہ ایسی صورت میں دعوت دینے کی ذمہ داری ساقط ہو جائے گی کیونکہ ایسی حالت میں کفار حملہ آور ہیں نہ کہ اُن پر حملہ کیا گیا ہے۔

امام مالک نے کہا: "جو (کفّار) مسلمانوں کے راستے کے قریب آ جائیں تو اُن کو دعوت دینے کی ضرورت نہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ یہ دعوت کیا ہے اور وہ دین اور اہلِ دین سے بغض و دشمنی رکھتے ہیں اور کیونکہ (اسلامی) فوجوں کے خلاف اُنکی مزاحمت اور جنگ ایک مدّت سے جاری ہے"[المدونة الكبرى]۔امام مالک کا کلام اُن کفار کے بارے میں ہے جو دیار المسلمین کے قریب آ چکے ہوں تو (اُن کے بارے میں شک کیسے ہو سکتا ہے) جو دیار المسلمین پر حملہ آور ہو چکے ہوں اور دیار المسلمین پر قبضہ کرنا چاہتے ہوں؟

یحیی بن سعید نے فرمایا: "مسلمانوں کے لیے یہ لازم ہے کہ وہ کسی قلعے میں ایسے دشمن پر حملہ آور نہ ہوں جس کے بارے میں اُنہیں امید ہے کہ وہ (دعوت کا مثبت) جواب دے گا، سوائے اُس حالت میں کہ اُسے دعوت دے چکے ہوں۔ ہاں (ایسے کافر) جو اگر تم اپنی سرزمین میں رہو تو تم پر حملہ آور ہو جائیں یا اگر تم اُن کے پاس جاؤ تو تم سے قتال کریں، تو ایسوں کو دعوت نہیں دی جائے گی"[المدونة الكبرى]۔

اِسی طرح اگر کافروں کی سرزمین پر مسلمانوں کے پہنچتے ہی کافر لڑائی چھیڑ دیں تو اُن کو دعوت دینے کی ذمہ داری ساقط ہو جاتی ہے اور اُن سے فوراً قتال کیا جائے گا اور اگر کفّار مسلمانوں کی سرزمین پر پہنچتے ہی لڑائی چھیڑ دیں تو اُن کو دعوت نہ دینا من باب الاولیٰ صحیح ہے۔

ابن قیم رحمہ اللہ نے فرمایا: "بلاشبہہ مسلمان کافروں کو قتال/جنگ سے قبل اسلام کی دعوت دیتے ہیں، اور اگر اُن کو دعوت نہ پہنچی ہو تو اُنکو دعوت دینا واجب ہے، اور اگر اُنکو دعوت پہنچی ہو تو مستحب ہے، اور یہ حکم تب ہے جب مسلمان

کافروں کے اوپر حملہ آور ہوں۔جب کافر بلادالمسلمین پر حملہ آور ہوں تواُن کے لیے جائز ہے کہ دعوت دیے بغیر قتال کریں کیونکہ وہ اپنااوراپنی حُرمات (اہل وعیال اور مال) کادفاع کررہے ہوتے ہیں[أحكام أهل الذمة]۔

دوسری تنبیہ: قتال سے پہلے دعوت دینے کے متعلق جو کلام پیچھے نقل ہو چکا ہے وہ کافرِاصلی سے قتال کے متعلق ہے، مرتد کافروں کے متعلق نہیں کیونکہ مرتد پہلے اہلِ اسلام میں سے تھااوراُسے دعوت کا پہنچنایقینی بات ہے، پس اُس کاحکم اُس حربی کافر کی طرح ہے جسے دعوت پہنچ چکی ہو۔

اور مرتد کاحال اِن دوصورتوں میں سے ایک ہو سکتا ہے:

پہلی صورت: کہ اُن پر قابو پایا جاچکا ہو،امام ابن تیمیہ نے فرمایا:اُن پر قدرت پانے کا معنیٰ؛کہ اُن پر حد لگانا ممکن ہو کہ اُن کے خلاف بیّن ثبوت موجود ہوں یا اُنہوں نے اقرار کیا ہو اور وہ مسلمانوں کے قبضے میں ہوں"[الصارم المسلول]۔

اِس حالت میں جمہور کا موقف یہ ہے کہ قتل کرنے سے پہلے اُن سے توبہ کرائی جائے گی،اگر توبہ کرلیں تو ٹھیک ورنہ اُنہیں قتل کردیاجائے گا۔

امام ابن تیمیہ نے کہا:"ارتداد کی نوعیت کے لحاظ سے مرتدین میں فرق کیاجائے گا، مجرّدارتداد کرنے والے کو قتل کیا جائے گا اگر وہ توبہ نہ کرے جبکہ مرتدمغلّظ کو توبہ کرائے بغیر قتل کیاجائے گا"[مجموع الفتاوى]۔

دوسری صورت: کہ اُن (مرتدین) پر حد جاری ہونے میں اُنکی قوت وشوکت مانع ہو یا وہ دار الحرب میں ہوں اور دارالحرب ہر وہ دار ہے جہاں اسلام کے علاوہ کوئی اور احکام غالب ہوں، توایسی حالت میں اِن (مرتدین) سے توبہ کرانا واجب نہیں۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا:"اگر مرتد پر اسلام کا حکم جاری ہونے میں یہ رکاوٹ آجائے کہ وہ دارالحرب چلاجائے یامرتدین قوت وشوکت رکھتے ہوں جواُن پر اسلام کا حکم نافذ ہونے میں مانع ہو جائے تواُنکو بلاتردّد توبہ کرائے بغیر قتل کیاجائے گا"[الصارم المسلول]۔

ابن قدامہ نے کہا:"اگر کوئی جماعت مرتد ہو جائے اور اپنے علاقے میں امام المسلمین کی اطاعت سے انکار کردے تواُنکی جان اور مال کی حرمت ختم ہو جاتی ہے، کیونکہ کافرِاصلی کے (مال وجان) کی اپنے دار (علاقے) میں کوئی حرمت نہیں تو یہ حکم مرتد پر توبالاولیٰ لگے گا"[المغني لابن قدامة]۔

المقنع کی شرح کرتے ہوئے ابن مفلح نے یہ لکھنے کے بعد کہ مرتد کو صرف امام (خلیفہ) یا اُس کا مقرر کردہ شخص ہی قتل کرے، کہا: "(اگر اُس کے علاوہ کوئی اُسکی اجازت کے بغیر اُسے قتل کردے تو اُس نے برا فعل کیا اور اُسے تعزیر لگائی جائے گی) کیونکہ یہ امام یا اُسکے نائب کا حق ہے (لیکن اُس پر کوئی مؤاخذہ نہیں) یعنی: قاتل پر، کیونکہ اُس نے غیر معصوم جان کو قتل کیا (چاہے اُس نے اُسے توبہ کروانے سے قبل قتل کیا ہو یا بعد میں) کیونکہ عام حکم یہی ہے کہ اُس کا خون ھدر (رائیگاں) ہے، اُسکا ارتداد اُسکے خون کو مباح کر چکا ہے اور یہ حکم توبہ کروانے سے پہلے بھی موجود ہے اور بعد میں بھی۔ اگر وہ دار الحرب چلا جائے تو کوئی بھی اُسکو توبہ کروائے بغیر قتل کر سکتا ہے اور اُسکا مال لے سکتا ہے"[المبدع في شرح المقنع]۔

اور اِس بات پر بلا کسی اختلاف کے اجماع ہے کہ مرتدین سے اسلام کی طرف رجوع اُسی صورت میں قبول کیا جائے گا کہ جس کفر میں وہ مبتلا ہوئے ہیں اُس سے توبہ کریں یا اُنہیں قتل کیا جائے گا۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا: "اور مرتدین سے قتال کیا جائے گا یا وہ اِسلام قبول کر لیں گے اور اُن سے جزیہ نہیں لیا جائے گا"[منهاج السنة النبوية]

والحمد لله رب العالمين وصلى اللهم على نبينا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين.